قرآنیات

البیان
جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الکھف

(۵)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

(اِن کے مقابل میں صبر کرو، اے پیغمبر، اور اِس کے لیے وہ واقعہ سامنے رکھو)، جب موسیٰ نے اپنے شاگرد[۶۸] سے کہا کہ میں چلتا رہوں گا، یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچ جاؤں[۶۹] یا اِسی طرح

۶۸؎ اصل میں لفظ 'فَتٰی' استعمال ہوا ہے جس کے معنی نو جوان لڑکے کے ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ نے جس انداز سے اُس کے ساتھ گفتگو کی ہے، اُس سے واضح ہے کہ اُس کی حیثیت محض ایک خادم کی نہیں، بلکہ ایک نو جوان صحابی اور شاگرد کی ہے۔ اِس لحاظ سے دیکھیے تو اِس کا ترجمہ لفظ 'شاگرد' سے نہایت موزوں ہوگا۔

۶۹؎ یہ واقعہ عالم رؤیا کا بھی ہوسکتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کے رؤیا چونکہ 'بالحق' ہوتے ہیں، اِس لیے قرآن اور بائیبل، دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات بالکل اُسی طریقے سے بیان کیے جاتے ہیں، جس طرح عالم بیداری کے واقعات بیان ہوتے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدا میں دیکھیے تو واقعۂ اسرا اِسی طرح بیان ہوا ہے، مگر آگے اِسی سورہ میں قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ یہ ایک رؤیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ تاہم اسے اگر عالم بیداری ہی کا واقعہ مانا جائے تو دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پھر وہی ہوسکتی ہے جہاں موجودہ شہر خرطوم کے قریب دریاے نیل کی دو بڑی شاخیں البحر الابیض اور البحر الازرق آ کر ملتی ہیں۔ صاحب ''تفہیم القرآن'' نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا
جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ
اَوَيْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ
وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا

سال ہا سال چلتا رہوں[۷۰]۔ سو جب وہ دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچے تو اپنی (ناشتے کی بھنی ہوئی) مچھلی[۷۱] بھول گئے اور اُس نے دریا میں سرنگ لگا کر اپنی راہ لی۔ پھر جب آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ اب ہمارا کھانا لاؤ۔ ہمارے اِس سفر سے تو ہم کو بڑی تکان ہو گئی۔ شاگرد نے کہا: کیا عرض کروں[۷۲]، جب ہم اُس چٹان کے پاس ٹھیرے ہوئے تھے تو اُس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہیں رہا اور یہ شیطان ہی تھا جس نے مجھے غافل کر دیا کہ میں اُسے یاد رکھوں[۷۳] اور اُس نے عجیب طریقے سے دریا میں اپنی راہ

حضرت موسیٰ نے اپنی پوری زندگی جن علاقوں میں گزاری ہے، اُن میں اِس ایک مقام کے سوا کوئی مجمع البحرین نہیں پایا جاتا۔

۷۰؎ یہ اِس سفر کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عزم و جزم اور ذوق و شوق کا اظہار ہے اور اِس کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ’’...فرماتے ہیں کہ میں یا تو مجمع البحرین میں اُس مقام تک پہنچ جاؤں گا، جہاں پہنچنے کے لیے مجھے ہدایت ہوئی ہے یا پھر اِسی منزل مقصود کی تلاش میں سال ہا سال گزار دوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہمت ہے تو اِس سفر میں ساتھ دو، ورنہ یہ بندہ تو بہرحال اِس محبوب سفر پر روانہ ہو رہا ہے اور اِس عزم کے ساتھ روانہ ہو رہا ہے کہ —— یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید۔‘‘ (تدبر قرآن ۴/ ۶۰۵)

۷۱؎ اِس کے لیے آگے لفظ ’غَدَآء‘ استعمال ہوا ہے۔ بے بھنی یا زندہ مچھلی کے لیے یہ لفظ کسی طرح موزوں نہیں ہے۔ اِس لیے یہ اِس بات کا واضح قرینہ ہے کہ مچھلی بھنی ہوئی تھی۔

۷۲؎ اصل میں لفظ ’اَرَءَيْتَ‘ آیا ہے۔ یہ اِس جملے میں قائل کی جھجک کو ظاہر کر رہا ہے۔ ہم نے ترجمہ اِسی رعایت سے کیا ہے۔

۷۳؎ نہایت شستہ الفاظ میں یہ اپنی کوتاہی کی معذرت ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا
عِلۡمًا ﴿۶۵﴾

قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ
اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿۶۷﴾ وَكَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا ﴿۶۸﴾

تلاش کر لی۔[۴ے] موسیٰ نے کہا: یہی تو وہ جگہ ہے جو ہم ڈھونڈ رہے تھے۔[۵ے] چنانچہ وہ اپنے نقش قدم دیکھتے ہوئے لوٹے تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو وہاں پایا جسے ہم نے خاص اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنے پاس سے اُس کو ایک خاص علم عطا فرمایا تھا۔[۶ے] ۶۰-۶۵

موسیٰ نے اُس سے درخواست کی کہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں اِس شرط پر آپ کے ساتھ رہوں کہ جو علم[۷ے] آپ کو عطا ہوا ہے، آپ اُس میں سے کچھ مجھے بھی سکھائیں گے؟ اُس نے جواب دیا: تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے اور جو چیز تمھارے دائرۂ علم سے باہر ہوگی، آخر تم اُس پر صبر کر بھی کس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۴ے یعنی واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ جب دونوں مجمع البحرین پہنچے تو ذرا دم لینے کے لیے کسی چٹان کے پاس ٹھیرے۔ پھر وہاں سے چلے تو شاگرد مچھلی ساتھ لینا بھول گیا۔ تھوڑا آگے چل کر اُسے یاد آیا تو اُس کو لینے کے لیے لوٹا، لیکن وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ناشتے کی بھنی ہوئی مچھلی تڑپ کر پانی میں جا رہی ہے۔ یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ شاگرد نے غالباً اِس اندیشے سے اِسے حضرت موسیٰ کو نہیں بتایا کہ باور نہیں کریں گے اور شاید ناراض بھی ہوں۔

۵ے اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کو یہی بتایا گیا تھا کہ جس مقام پر اُن کے ناشتے کی مچھلی زندہ ہو کر دریا کی راہ لے گی، وہی اُن کی منزل مقصود ہے۔ چنانچہ وہ شاگرد کی بات سن کر پھڑک اٹھے اور فرمایا کہ اِسی کی تو تلاش تھی۔

۶ے روایتوں میں اِن کا نام خضر آیا ہے۔ اِن کے جو کام آگے بیان ہوئے ہیں، اُن سے واضح ہے کہ یہ غالباً ملائکہ میں سے کوئی ہستی تھے جو انسانی صورت میں موسیٰ علیہ السلام کو ملے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسی نوعیت کے کاموں کے لیے مامور تھے جو آگے مذکور ہیں۔

۷ے اصل میں لفظ 'رُشد' آیا ہے۔ اِس کے معنی علم و حکمت کے ہیں، لیکن یہاں اِس سے مراد وہ خاص علم ہے جو

قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾
قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْرًا ﴿۷۰﴾
فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَہَا قَالَ اَخَرَقْتَہَا لِتُغْرِقَ اَہْلَہَا لَقَدْ
جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ
لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْہِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾
فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَہٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ
لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا ﴿۷۴﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾

طرح سکتے ہو۔ موسیٰ نے کہا: اِن شاء اللہ، آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ ۶۶-۶۹

اُس نے کہا: پھر اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا، جب تک میں خود تم سے اُس کا ذکر نہ کروں۔ بالآخر وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب (ایک جگہ) کشتی میں سوار ہوئے تو اُس شخص نے کشتی میں چھید کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: آپ نے اِس میں چھید کر دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ یہ تو آپ نے بڑی ہی عجیب حرکت کر ڈالی ہے۔ اُس نے کہا: میں نے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ موسیٰ نے کہا: میں جس چیز کو بھول گیا، اُس پر میری گرفت نہ کیجیے اور میرے معاملے میں مجھ پر زیادہ سختی نہ فرمائیے۔ ۷۰-۷۳

پھر دونوں چلے، یہاں تک کہ جب (راستے میں) ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی تو اُس نے لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی، حالاں کہ اُس نے کسی کا خون نہیں کیا تھا؟ یہ تو آپ نے بہت برا کام کیا ہے۔ اُس نے کہا: میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ

اسرار کائنات سے متعلق اُس بندے کو دیا گیا تھا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍۭ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا ﴿۷۶﴾
فَانۡطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهۡلَ قَرۡيَةِ ۨاسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ يُّضَيِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا
فِيۡهَا جِدَارًا يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ﴿۷۷﴾
قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاۡوِيۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ﴿۷۸﴾
اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ فِى الۡبَحۡرِ فَاَرَدْتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَكَانَ
وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا ﴿۷۹﴾

صبر نہیں کر سکو گے؟ موسیٰ نے کہا: اِس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ آپ میری طرف سے حد عذر کو پہنچ گئے۔ اِس پر دونوں آگے بڑھے، یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانا کھلانے کو کہا، مگر اُنھوں نے اُن کی میز بانی سے انکار کر دیا۔ پھر اُنھوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی تو اُس نے وہ دیوار کھڑی کر دی۔ موسیٰ نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اِس پر مزدوری لے سکتے تھے[۷۸]۔ اُس نے کہا: اب یہ میرے اور تمھارے درمیان جدائی ہے۔ میں ابھی اُن باتوں کی حقیقت تمھیں بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہیں کر سکے ہو[۷۹]۔ ۷۶-۷۸

اُس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ سو میں نے چاہا[۸۰] کہ اُسے عیب دار کر دوں، (اِس لیے کہ) اُن کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین رہا تھا[۸۱]۔ ۷۹

۷۸؎ مطلب یہ ہے کہ بستی کے لوگ تو ایسے لئیم تھے کہ اُنھوں نے ہماری درخواست پر ہمیں کھانا کھلانے سے انکار کر دیا، لیکن آپ نے اِس کے باوجود اُن کی دیوار درست کر دی۔ اِن کمینوں کے لیے آپ نے یہ محنت بے مُزد کیوں برداشت کی ہے؟ آپ اِس پر کچھ مزدوری لے سکتے تھے جس سے ہم کھانا ہی خرید لیتے۔

۷۹؎ اِس سے واضح ہے کہ جدائی کا فیصلہ صرف اِس لیے نہیں ہوا کہ حضرت موسیٰ پر حجت تمام ہو گئی، بلکہ جس مقصد کے لیے یہ سفر کیا گیا تھا، وہ مقصد بھی حاصل ہو گیا۔

۸۰؎ آگے وضاحت ہے کہ اُنھوں نے یہ کام اللہ کے حکم سے کیا، لیکن یہاں اُس کی نسبت اپنی طرف اِس لیے

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾
وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا
وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا

رہا لڑکا تو اُس کے ماں باپ، دونوں ایمان والے تھے۔ سو ہمیں اندیشہ ہوا[۸۲] کہ کہیں وہ بڑا ہو کر اپنی سرکشی اور کفر سے اُن کو تنگ نہ کرے۔ سو ہم نے چاہا کہ اُن کا پروردگار اُنھیں اِس کی جگہ ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اِس سے بہتر اور شفقت و محبت میں اِس سے بڑھ کر ہو۔ ۸۰-۸۱

اور دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اُس کے نیچے اُن کا دفینہ تھا اور اُن کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ (یہ دفینہ اُسی نے رکھا تھا) سو تیرے پروردگار نے چاہا[۸۳] کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور

کی ہے کہ غالباً حکم صرف یہ تھا کہ کشتی کو بادشاہ کے غصب سے بچا لیا جائے۔ اِس کے لیے تدبیر کیا ہونی چاہیے؟ اِس کا فیصلہ اُنھوں نے خود کیا۔ چنانچہ اُس کو منسوب بھی اپنی طرف کیا ہے۔

۸۱؎ یعنی اپنی کسی جنگی مہم کے لیے زبردستی قبضے میں کر رہا تھا۔

۸۲؎ یہاں بھی وہی صورت ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ اُن کو حکم صرف یہ دیا گیا تھا کہ یہ لڑکا کافر ہو گا، اِس لیے اِس کو مار دیا جائے۔ اُنھوں نے اِس سے اندازہ کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے والدین پر عنایت فرمائی ہے کہ بڑا ہو کر وہ اپنی سرکشی اور کفر سے اُن کو ایذا نہ دے۔ چنانچہ اِس کے لیے 'خَشِيْنَا' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تعلق سے نہیں، بلکہ اُن کے اپنے اجتہاد کی تعبیر کے لیے استعمال ہوا ہے۔ رہی یہ بات کہ اُنھوں نے اِس کے لیے جمع کا صیغہ کیوں اختیار کیا؟ تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہاں اُس پوری جماعت کی نمایندگی کر رہے ہیں جو کارکنانِ قضا و قدر کی حیثیت سے اِنھی کاموں کے لیے مامور ہے۔ اپنے زمرے کی رعایت سے جمع کے صیغے کا استعمال ہماری زبان میں بھی عام ہے۔

۸۳؎ اصل الفاظ ہیں: 'فَاَرَادَ رَبُّكَ'۔ یہ حکم جس طرح آگے نقل ہوا ہے، اُسی صورت میں دیا گیا اور اُنھوں نے

رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلۡتُهٗ عَنۡ اَمۡرِیۡ ذٰلِكَ تَاۡوِیۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعۡ عَّلَیۡهِ صَبۡرًا ﴿۸۲﴾

اپنا دفینہ خود نکالیں[۸۴]۔ یہ تیرے پروردگار کی عنایت سے ہوا۔ میں نے یہ سب اپنی رائے سے نہیں کیا۔ یہ ہے اُن باتوں کی حقیقت جن پر تم صبر نہیں کر سکے ہو[۸۵]۔۸۲

اُس کی تعمیل کر دی۔ چنانچہ دیکھ لیجیے، یہاں فعل 'اَرَادَ' کی نسبت براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

۸۴۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عنایت اُن لئیموں پر نہیں کی گئی جو کسی مہمان کو کھانا کھلانے کے لیے بھی تیار نہیں ہوئے، بلکہ دو یتیموں پر کی گئی ہے کہ دیوار کے گرنے سے اُن کا خزانہ کہیں اُن لئیموں کے ہاتھ نہ لگ جائے اور اِس لیے کی گئی ہے کہ اُن کا باپ ایک صالح آدمی تھا۔

۸۵۔ یہ قصہ علم و حکمت کا ایک گنج گراں مایہ ہے۔ صبر و رضا کی تربیت کے لیے اِس سے جو اصول حکمت واضح ہوتے ہیں، استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اُن کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.org

''ایک یہ کہ اِس دنیا میں جو کچھ بھی واقع ہوتا ہے، سب خدا کے اذن اور اُس کے ارادہ و مشیت کے تحت واقع ہوتا ہے۔ اُس کے اذن و ارادہ کے بغیر ایک ذرہ بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا۔

دوسری یہ کہ خدا خیر مطلق اور حکیم ہے، اِس وجہ سے اُس کا کوئی ارادہ بھی خیر اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اگر اہل باطل کو ڈھیل دیتا ہے تو اِس لیے نہیں کہ وہ باطل سے محبت کرتا یا اُس کے آگے بے بس اور مجبور ہے، بلکہ اُس کے اندر بھی وہ کسی خیر عظیم کی پرورش کرتا ہے۔ اِسی طرح اگر وہ اہل حق کو مصائب و آلام میں مبتلا کرتا ہے تو اِس لیے نہیں کہ اُسے اہل حق کے مصائب سے کوئی دل چسپی ہے، بلکہ وہ اِس طرح اُن کے لیے کسی بڑے خیر کی راہیں کھولتا ہے۔

تیسری یہ کہ انسان کے علم کی رسائی محدود ہے، اِس وجہ سے وہ خدا کے ہر ارادہ کی حکمت کو اِس دنیا میں نہیں معلوم کر سکتا۔ اُس کے ارادوں کے تمام اسرار صرف آخرت ہی میں بے نقاب ہوں گے۔ اِس دنیا میں انسان کے لیے صحیح رویہ یہ ہے کہ وہ خدا کے تمام فیصلوں پر صابر و شاکر رہتے ہوئے اپنا فرض ادا کرے اور مطمئن رہے کہ آج کی تلخیوں کے اندر جو شیرینی چھپی ہوئی ہے، اُس کے روح افزا جام اِن شاء اللہ کل سامنے آئیں گے۔''

(تدبر قرآن ۴/۵۹۹)

[باقی]